علم حدیث میں سلسلہ "اسناد"(۱) کی اہمیت

ڈاکٹر محمد اصغر اسعد☆

محدثین کے نزدیک حدیث کا اطلاق حضرت رسولؐ کے قول، فعل یا تقریر پر ہوتا ہے(۲) حدیث کا لفظ آنحضرت ﷺ نے اپنے کلام کے لیے خود پسند فرمایا تاکہ آپ کی اور دوسرے لوگوں کے کلام اور اقوال میں تمیز ہو سکے جیسا کہ کلام حبیب کبریاؐ میں یہ لفظ یوں مذکور ہے۔ " لقد ظننت یا اباھریرہ ان لا یسالنی عن ھذا الحدیث احد اول منک"(۳) اے ابو ھریرہ مجھے یقینی طور پر یہ خیال تھا کہ مجھ سے اس حدیث کے بارے میں تجھ سے پہلے اور کوئی نہیں پوچھے گا۔ "حدیث کے مفہوم میں اثر، خبر اور سنت کے الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں قرآن مجید کے بعد حدیث رسولؐ کو نص مانا جاتا ہے اور آپ کی اطاعت ایک مسلمان کے لئے لازمی امر ہے چنانچہ ارشاد رب ذوالجلال ہے۔ "یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول"(۴) اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

ایک دوسری جگہ یوں فرمایا "وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"(۵) اور جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ "کتاب اللہ کے بعد دینی و دنیوی امور میں رہنمائی کرنے والی حدیث ہے، عبادات اور حقوق کے متعلق قانون بنانے میں دوسرا سب سے بڑا ماخذ ہے۔

مشکلات قرآن کی وضاحت اور اس کے اجمال کی تفصیل، اطلاق کی تقیید اور عموم کی تخصیص حدیث ہی سے ممکن ہے۔ (۶) ان احادیث کی تعداد جو آنجنابؐ سے بصحت سند مروی ہیں کم ہے تاہم ان پر فصاحت و بلاغت، فیضان سماوی اور خداداد صلاحیتوں کی مہریں ثبت ہیں۔

ایک مسلمان کی زندگی میں حدیث کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں کوئی شخص اس وقت تک

☆ اسسٹنٹ پروفیسر عربی، گورنمنٹ کالج سول لائنز۔ ملتان

مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ کی توحید کے ساتھ حضرت رسولؐ کی رسالت کا اقرار نہ کرے اور صرف اقرار ہی کافی نہیں بلکہ پوری زندگی حضرت رسولؐ کی اطاعت اور محبت میں گزارے اور آپ کی صحیح معنوں میں اطاعت ہی عین ایمان ہے' ارشاد رب ذوالجلال ہے "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"(۷) جو رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ اللہ کی اطاعت کرے گا۔

آپؐ کی اطاعت اختیار کرنے کے لئے آپ کے اقوال و افعال کو جاننے کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور ان کی چھان پھٹک کی بھی ضرورت پڑتی ہے' تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ جس کام کو ہم آپ کا قول و فعل سمجھ کر عمل پیرا ہیں کیا وہ واقعی آپ کا قول و فعل ہے یا نہیں' چنانچہ حدیث کو سمجھنے اور اس کا مقام متعین کرنے' مجموعہ ہائے احادیث کو مرتب و مدون کرنے کے اصول متعین کرنے' احادیث کو پڑھنے' پڑھانے اور ان کی ارتقائی سرگزشت اور نقد و جرح کے اصولوں کو جاننے' احادیث کے خلاف کئے گئے اعتراضات کے سلسلہ میں جوابات دینے' حدیث کی تاریخ' متن و اسناد کے پرکھنے کے اصول اور علم ناسخ الحدیث و منسوخہ علم غریب الحدیث' علم مصطلحات الحدیث وغیرہ کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کی گئی وہ سب علوم حدیث میں شمار ہوتی ہیں۔

بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ علم حدیث کی دو قسمیں ہیں(۸) علم روایت(۹) علم درایت۔

(۱) علم روایت حدیث کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب اقوال و افعال اور تقاریر کے نقل کرنے کا نام ہے۔(۱۰)

(۲) علم درایت حدیث کی تعریف علماء نے یوں بیان کی ہے :

یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ روایت کی حقیقت اس کی شروط' اس کی اقسام و احکام' راویوں کا حال' ان کی شروط و صفات اور ان سے دیگر متعلقہ چیزیں معلوم کی جاتی ہیں' اس کو "علم اصول حدیث" بھی کہا جاتا ہے۔(۱۱)

جب آنحضورؐ کے اقوال و افعال سے متعلق روایات کی تعداد بڑھی تو ان کی روایت کی صحت کو جانچنے اور پرکھنے' نیز مختلف فیہ مسائل کو سمجھنے کے لئے قواعد اور ضوابط بنائے گئے اور اس کے دو طریقے اختیار کئے گئے :

(۱) اسناد کے ناقدانہ مطالعہ کی طرف توجہ ہوئی اور اسناد کے لحاظ سے قابل اعتبار حدیث وہ

سمجھی گئی جس کی روایت میں قابل اعتماد راویوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ موجود ہو چنانچہ راویوں کے سلسلے کا یہ علم "علم الاسناد" کہلایا۔

(۲) راویوں کے ثقہ ہونے کے اصول مقرر کئے گئے اس سے فن رجال منظر عام پر آیا جس میں یہ امور مدنظر رکھے گئے کہ راویوں (سلسلہ اسناد میں موجود رجال) کے جملہ حالات و کوائف معلوم کئے جائیں اور یہ معلوم کیا جائے کہ کوئی راوی کس زمانہ میں تھا' کہاں رہتا تھا اور اپنے ماسبق سے کس حد تک ذاتی واقفیت رکھتا تھا اس طرح ہر راوی کی قوت حافظہ' ثقاہت' اس کے عام انداز حیات' عدل و تقوی' مشاغل و مصروفیات وغیرہ سے متعلق معلومات جمع کی گئیں' رجال کی یہ تنقید "علم الجرح والتعدیل" یا "علم معرفتہ الرجال" کہلائی زیر نظر مقالہ میں ہمارا مطمح نظر علم حدیث میں سلسلہ اسناد کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔

دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں کسی کے ہاں بھی یہ طریقہ کار نہیں کہ وہ اپنے قائد کے قول و فعل کو اس وقت تک قبول نہ کریں جب تک کہ اس قول و فعل کے راویوں کے بارے میں خوب بحث و تمحیص نہ کرلیں یہ خصوصیت صرف امت مسلمہ کے حصہ میں آئی اور علماء امت نے راوی کے رد و قبول کے جو کڑے معیار ٹھہرائے ہیں وہ سب کے سب قرآن و سنت کی روشنی میں ہی مقرر کئے گئے ہیں یہ سب کوششیں علماء امت نے اس لئے کیں تاکہ امام الانبیاء والمرسلین الصادق المصدوق کی طرف کسی ایسے قول و فعل کی نسبت نہ ہو جائے جو فی الواقع آپ کا نہ ہو' سید المرسلین نے فرمایا:

"من كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار" (۱۲)

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

چنانچہ اسلامی نقطہ نگاہ سے کوئی حدیث اس وقت ہی قابل اعتبار سمجھی جاتی ہے جب کہ اس کے اسناد میں راویوں کا جو غیر منقطع سلسلہ موجود ہے اس کی مکمل تحقیق نہ کرلی جائے اصطلاحی لحاظ سے راویوں کی جانچ پڑتال ہر طالب علم کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔

اسلامی تاریخ میں سلسلہ اسناد کی جانچ پڑتال کی ضرورت تو اس وقت سے ہی شدت اختیار کر گئی تھی جب سے اس میں فرق مبتدعہ و باطلہ اور فتنوں کا ظہور ہوا' چنانچہ حضرات صحابہ و تابعین صرف نقل و روایت کی بناء پر کسی حدیث کو تسلیم نہ کرتے تھے بلکہ کسی حدیث کو اس وقت تک صحیح تسلیم نہ کرتے جب تک کہ اس کی چھان بین نہ کرلیتے اور ایک ایک راوی کو نہ جانچ لیتے۔

امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جناب بشیر بن کعب العدوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں آئے اور حضرت رسولؐ کی طرف منسوب کر کے حدیثیں بیان کرنے لگے ان کا خیال تھا کہ حضرت ابن عباس ان حدیثوں کو خاص توجہ سے سنیں گے لیکن حیرت کی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ۔ "ابن عباس لا یاذن لحدیثه ولا ینظر الیه" ابن عباس نہ تو ان کی باتوں کی طرف کان لگاتے ہیں اور نہ ان کو دیکھتے ہیں چنانچہ انہوں نے گھبرا کر عرض کیا کہ جناب میں تو حضرت رسولؐ کی حدیثیں سنا رہا ہوں اور آپ بے التفاتی سے کام لے رہے ہیں حضرت ابن عباس نے اس وقت بشیر العدوی کو سمجھاتے ہوئے پہلے تو خود اپنے ایک حال کا اظہار ان الفاظ میں کیا "انا کنا مرة اذاسمعنار جلا یقول' قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ابتدرته ابصارنا واصغینا الیه باذاننا" ایک زمانہ ہم پر گزرا کہ کوئی آدمی جب یہ کہتا کہ رسولؐ نے فرمایا' تو فوراً ہماری نگاہیں اس کی طرف بے ساختہ اٹھ جاتیں اور ہم اپنے کانوں کو اسی کی طرف جھکا دیتے۔

اس کے بعد اپنے عدم التفات کی وجہ یوں بیان فرمائی کہ ہم لوگ حضرت رسول ﷺ کی طرف منسوب کر کے حدیثیں اس زمانہ میں بیان کرتے تھے جب آنحضرتؐ کی طرف غلط حدیثوں کو منسوب کر کے بیان کرنے کا رواج نہیں ہوا تھا مگر جب سے لوگ ہر سرکش و غیر سرکش اونٹوں پر سوار ہونے لگے یعنی جھوٹ اور سچ کی تمیز جاتی رہی تو اب ہم حدیثیں صرف ان لوگوں سے لیتے ہیں جنہیں ہم جانتے پہچانتے ہیں(۱۳)

قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی اس دور میں ایسے لوگ پیدا ہو چکے تھے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی حدیثیں منسوب کرتے تھے تبھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ اور تابعین قبول روایت میں احتیاط برتنے لگے تھے۔

امام مسلم المتوفی ۲۶۱ھ امام ابن سیرین المتوفی ۱۱۰ھ سے روایت کرتے ہیں کہ شروع شروع میں لوگ اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے لیکن جب شورشیں اور فتنے اٹھ کھڑے ہوئے تو لوگ احادیث کے راویوں کے بارے میں پوچھنے لگے پس اہل سنت راویوں کی حدیثوں کو قبول کر لیا جاتا اور مبتدعین سے روایت کردہ احادیث کو مسترد کر دیا جاتا(۱۴)' اسی سے ملتی جلتی روایت امام ابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ نے کتاب "الجرح والتعدیل" میں بھی بیان کی ہے۔(۱۵)

امام ابن سیرین المتوفی ۱۱۰ھ فرماتے ہیں "ان هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم" بے شک علم حدیث دین ہے پس تم دیکھ لو کہ اپنا دین کن لوگوں سے لے رہے ہو

اس جیسی روایت خطیب بغدادی نے "کتاب الکفایہ فی علم الروایہ"(۱۷) میں اور علامہ ابن عبدالبرالمالکی نے "التمھید"(۱۸) میں بیان کی ہے۔

ان روایات و واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ احادیث کی اسناد کا سوال اس زمانہ میں بہت شدت اختیار کرگیا تھا اور محدثین نے اس مسئلہ میں ذرا بھر بھی غفلت نہیں برتی۔

علامہ حسن بن عبدالرحمٰن الرامھرمزی المتوفی ۳۶۰ھ نقل کرتے ہیں کہ شیخ ربیع بن خیثم نے امام شعبی کے سامنے جب یہ حدیث بیان کی: "قال النبی علیہ الصلوہ والسلام من قال لا الہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شئی قدیر فلہ کذاوکذا وسمی من الخیر" تو امام شعبی المتوفی ۱۰۳ھ نے پوچھا کہ آپ کو یہ حدیثیں کس نے بیان کیں تو انہوں نے کہا کہ عمروبن میمون الیمانی م ۷۵ھ نے، انہوں نے پھر سوال کیا کہ ان کو کس نے بیان کی تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت رسول اللہ کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری نے بیان کی ہے۔(۱۹)

امام حاکم محمد بن عبداللہ المتوفی ۴۰۵ھ اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام زہری المتوفی ۱۲۵ھ کے سامنے اسحاق بن ابی فروہ جب بغیر اسناد کے احادیث روایت کرنے لگے تو امام زھری نے فرمایا کہ اے ابن ابی فروہ تجھے اللہ تعالٰی غارت کرے، کس چیز نے تجھے اللہ کے حضور میں دلیر بنا دیا کہ "تحدثنا باحادیث لیس لھا خطم ولاازمہ" (۲۰) تو ہمیں ایسی حدیثیں سنا رہا ہے جن کی کوئی باگ ڈور، نکیل و مہار نہیں ہے۔

"اسناد" حدیث مبارکہ کا ایک اہم رکن ہے: محدثین کی اصطلاح میں حدیث کے دو اہم جزو ہوتے ہیں۔

الف۔ متن حدیث:۔ جس میں آنحضرتؐ کے قول و فعل یا تقریر کا ذکر ہوتا ہے۔(۲۱)

ب۔ اسناد:۔ یعنی وہ سلسلہ رجال جو رواۃ حدیث کو متن حدیث تک پہنچاتا ہے۔(۲۲)

متن حدیث کی طرح اسناد کی بھی بہت اہمیت ہے اسی لئے تو محدثین نے اسے حدیث کا ایک اہم رکن سمجھا اور دین کا اہم معاملہ قرار دیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں "الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء"(۲۳) اسناد دین کا ایک جزء ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔ ایک دوسری روایت میں یوں فرماتے ہیں "ہمارے اور قوم کے درمیان اسناد جیسے مضبوط ستون ہیں۔"(۲۴)

"تدریب الرادی" میں امام سیوطی نقل کرتے ہیں "مثل الذی یطلب امر دینہ بلا اسناد کمثل الذی یرتقی السطح بلا سلم"(۲۵) یعنی جو شخص دین کی کسی بات کو بغیر سند کے لینا چاہتا ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص بغیر سیڑھی کے چھت پر جانا چاہتا ہو۔

اسناد کے لئے محدثین کا سفر

مذکورہ بالا بیان سے اسناد کی جو اہمیت واضح ہوتی ہے اس کے پیش نظر محدثین کرام نے اس کی طلب اور بالخصوص سند عالی کے حصول میں خوب جستجو فرمائی' تاکہ احادیث کی صحت کے معیار کو یقینی بنایا جا سکے' اس مقصد کی خاطر انہوں نے دور دراز کا سفر کیا' بعض اوقات تو ایک حدیث کی سند کے لئے یا حضرت رسولؐ کے ایک دو جملے سننے کے لئے اس زمانہ میں جب کہ ذرائع آمدورفت بھی اتنے زیادہ نہ تھے ان حضرات نے مشقتوں پر مشقتیں اٹھا کر دشوار گزار راستوں کے سفر طے کئے۔(۲۶) طلب اسناد کے لئے سفروں کا یہ اثر ہمیں رواۃ کے حالات میں واضح نظر آتا ہے چنانچہ اگر ہم کسی حدیث کی سند میں موجود رواۃ کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ وہ سب مختلف مقامات اور مختلف جگہوں سے تعلق رکھتے تھے لیکن صحیح حدیث و سند کی جستجو میں کئے گئے سفر نے انہیں اکٹھا کر دیا۔(۲۷)

امام شعبہ بن حجاج المتوفی ۱۶۰ھ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے جب ابواسحاق السبیعی المتوفی ۱۲۷ھ سے وضو اور اس کے بعد ذکر کی فضیلت کے بارے میں حدیث سنی تو اس کی سند میں تدلیس کا شبہ ہوا اور حقیقت حال واضح نہیں ہو رہی تھی چنانچہ دفع ابہام کے لئے انہوں نے ایک دوسرے محدث کے پاس ایک تھکا دینے والا سفر کیا چنانچہ انہیں معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند میں کئی راوی ساقط ہیں بلکہ ان میں ایک مطعون فیہ راوی کا بھی علم ہوا چنانچہ بے اختیار فرمانے لگے کہ اس حدیث کی خاطر میں ہلاکت سفر سے تو دو چار ہوا لیکن "لوصح لی ھذا الحدیث کان احب الی من اھلی ومن مالی ومن الدنیا کلھا" اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو مجھے میرے گھر والوں سے' میرے مال سے اور تمام دنیا سے بڑھ کر محبوب ہوتی۔(۲۸)

نقد حدیث میں اسناد کا اثر

سند اور حدیث کا آپس میں اس طرح رابطہ ہے جس طرح عمارت اور بنیاد کا' روح اور جسم کا' دونوں ایک دوسرے کے لئے ضروری ہیں' جس حدیث کی کوئی سند نہیں اس کی کوئی

حیثیت نہیں چنانچہ محدثین کے ہاں یہ مشہور ہے "ان السند للخبر کالنسب للمرء" حدیث کے لئے سند کی اہمیت انسان کے حسب و نسب کی طرح ہے۔

محدثین نے اسناد کے سلسلہ میں جو کوششیں کیں اور علمی لحاظ سے جو اصول و ضوابط وضع کئے ان کا احادیث کے سلسلہ میں یہ فائدہ ہوا کہ (۱) صحیح احادیث ضعیف سے اور موصول منقطع سے اور مرفوع موقوف سے نمایاں ہو گئیں۔

(۲) راویوں کے نام قوی اور ضعف کے اعتبار سے اس طرح ترتیب دیئے گئے کہ اب اس کے ذریعہ کسی بھی حدیث کو قبول یا رد کرنے کا فیصلہ باسانی ہو سکتا ہے۔

(۳) علماء کرام کے لئے یہ ممکن ہو گیا کہ وہ ایسی احادیث کو بطور دلیل پیش کر سکیں کہ جن کے رواۃ میں کوئی راوی نہ تو مجہول ہو اور نہ مجروح ہو۔

(۴) راویوں کے حالات کا جائزہ لینے سے اہل سنت اور مبتدعہ کا پتہ چل گیا' محدثین عظام نے یہ طریقہ اپنایا کہ انہوں نے ان افراد سے احادیث روایت کیں جو اپنے زمانہ میں ثقہ تھے اور صدق و امانت میں معروف تھے۔(۲۹)

(۵) اسناد کو قبولیت اور رد کے لحاظ سے متعدد مراتب اور درجات میں تقسیم کیا گیا چنانچہ جید اسناد کو سلسلہ ذہبیہ یعنی سنہری زنجیر کا نام دیا گیا اور اس بارے میں محدثین سے مختلف اقوال منقول ہیں بعض کے نزدیک اصح الاسناد۔

"الزہری عن سالم عن ابیہ عبداللّٰہ بن عمر" ہے اور بعض کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح سند "محمد بن سیرین عن عبیدہ السلمانی عن علی بن ابی طالب" اور بعض کے ہاں "مالک بن انس عن نافع عن عبداللہ ابن عمر" اصح الاسانید میں شمار ہوتی ہے۔

اسی طرح بعض کے نزدیک "ابراھیم النخعی عن علقمہ عن عبداللّٰہ بن مسعود اصح الاسانید" ہے۔(۳۰) علم حدیث میں کام کرنے والے محدثین عظام نے اضعف الاسانید اور سلسلۃ الکذب کی بھی نشاندہی کی چنانچہ امام حاکم محمد بن عبداللہ نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں کئی جھوٹی اور اوھی الاسانید کی طرف اشارہ کیا ہے' درج سطور میں ہم سلسلہ کذب کی صرف دو سندیں بطور مثال ذکر کرتے ہیں:

(۱) عبداللّٰہ بن میمون القداح عن شہاب بن خراش' عن ابراھیم بن یزید الخوزی عن ابن عباس

(۲) حفص بن عمر العدنی عن الحکم بن ابان عن عکرمہ بن عباس(۲۹)

اسناد کی حفاظت امت محمدیہ کا خاصہ ہے

جب ہم تاریخ انسانی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسناد کی حفاظت امت محمدیہ کا ہی خاص وصف ہے اس کے سوا کسی اور مذہب و ملت والوں نے اس کا اہتمام نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ ان کی آسمانی کتب تک ضائع ہو گئیں اور جو باقی بچیں ان میں تحریف و تغیر و تبدل کی بھرمار ہو گئی۔(۳۰)

امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں "لم یکن فی امة من الامم منذ خلق اللّٰہ آدم امناء یحفظون آثار الرسل الا فی ھذہ الامة"(۳۱) اللہ تعالیٰ نے جب سے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا کیا اس وقت سے لے کر اب تک کسی بھی امت میں اپنے انبیاء کے آثار و اقوال کے اتنے انتہائی دیانت دار محافظ نہیں پائے جاتے جتنے امت محمدیہ میں پائے جاتے ہیں۔

حواشی و مصادر

۱۔ متن حدیث سے پہلے حدیث کے روایت کرنے والوں کا سلسلہ جو متن تک پہنچائے اسے علم حدیث کی اصطلاح میں "سلسلہ اسناد" کہتے ہیں۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، "نخبة الفکر مع شرحه نزھة النظر" ملتان، فاروقی کتب خانہ، سن طبع ندارد، ص ۹۲۔

۲۔ نفس المرجع، ص ۸۔

۳۔ البخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل "الجامع الصحیح" ج ۱، بیروت مطبع دار ابن کثیر، طبع ثالث ۱۳۹۷ھ، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، ص ۴۹۔

۴۔ القرآن، سورۃ النساء، آیہ ۵۹۔

۵۔ القرآن، سورۃ الحشر، آیہ ۷۔

۶۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم" (سورۃ النحل، آیہ ۴۴) اور ہم نے آپ پر ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وہ (احکامات) خوب وضاحت کے ساتھ بتا دیں جو ان کے لیے اتارے گئے۔

۷۔ القرآن، سورۃ النساء، آیة ۸۰۔

۸۔ دکتور صبحی سالم، "علوم الحدیث و مصطلحہ"، ایران، مطبع منشورات الشریف الرضی، طبع اول ۱۴۰۶ھ، ص ۱۶۰۔

۹۔ نفس المرجع و نفس الصفحہ۔
۱۰۔ البخاری، الامام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، "الجامع الصحیح" ج ا، بیروت، مطبع دار ابن کثیر، طبع ثالث ۱۳۹۷ھ، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی، ص ۵۲۔
۱۱۔ القشیری، الامام مسلم بن الحجاج، "مقدمۃ الصحیح" ج ا، بیروت، مطبع دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۳ھ، ص ۱۳۔
۱۲۔ نفس المرجع، ص ۱۵۔
۱۳۔ ابن ابی حاتم، الامام الحافظ ابو محمد عبدالرحمٰن الرازی، "الجرح والتعدیل" ج ا، القسم الاول، بیروت مطبع دارالکتب العلمیہ، ۱۳۷۱ھ، ص ۲۸۔
۱۴۔ القشیری، الامام مسلم بن الحجاج، "مقدمۃ الصحیح" ج ا، بیروت، مطبع دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۳ھ، ص ۱۴۔
۱۵۔ الخطیب البغدادی، حافظ ابوبکر احمد بن علی، "الکفایہ فی علم الروایہ" بیروت، مطبع موسسہ الرسالہ، ۱۴۰۱ھ، ص ۱۲۱، ۱۲۲۔
۱۶۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ "التمہید" ج ا، الرباط، المطبعۃ الملکیہ، ۱۳۸۷ھ، ص ۴۶۔
۱۷۔ الرامہرمزی، حسن بن عبدالرحمٰن، "المحدث الفاصل بین الراوی والواعی" بیروت، مطبع دار الفکر ۱۳۹۱ھ، ص ۲۰۸۔
۱۸۔ الحاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ النیشابوری، "معرفۃ علوم الحدیث" بیروت، دار احیاء العلوم، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ، ص ۶۔
۱۹۔ العسقلانی، الامام احمد بن علی بن حجر، "نخبۃ الفکر مع شرحہ نزھۃ النظر" ملتان، فاروقی کتب خانہ، ۱۹۹۵م، ص ۹۲۔
۲۰۔ نفس المرجع، ص ۹۲۔
۲۱۔ القشیری، الامام مسلم بن الحجاج، "مقدمہ الصحیح" ج ا، بیروت، مطبع دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۳ھ، ص ۱۵۔
۲۲۔ نفس المرجع، ص ۱۴۔
۲۳۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، "تدریب الراوی" المدینہ المنورۃ، مطبع المکتبۃ العلمیۃ، ۱۳۷۹ھ، ص ۳۵۹۔
۲۴۔ الحاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ النیشابوری، معرفۃ علوم الحدیث، بیروت، داراحیاء العلوم،

طبع اول، ۱۴۰۶ھ، ص ۷۔
۲۵۔ نفس المرجع، ص ۸۔
۲۶۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ "التمہید" ج ۱، الرباط المطبع العلمیۃ، طبع اول، ۱۳۸۷ھ، ص ۴۸۔
۲۷۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، "تدریب الراوی" المدینہ المنورۃ، مطبع المکتبۃ العلمیۃ، ۱۳۷۹ھ، ص ۱۸۸، ۱۸۹۔
۲۸۔ نفس المرجع، ص ۳۲۔
۲۹۔ الحاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ النیشابوری، "معرفۃ علوم الحدیث"، بیروت، دار احیاء العلوم، طبع اول، ۱۴۰۶ھ، ص ۹۷۔
۳۰۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، "فتاوی ابن تیمیہ"، ج ۱، الریاض، المکتبۃ السلفیہ، طبع اول، ۱۳۸۱ھ، ص ۹۔
۳۱۔ الزرقانی، محمد بن عبدالباقی، "شرح المواہب اللدنیہ" ج ۵، القاہرہ، مطبع المکتبۃ العلمیہ، سن طباعت ندارد، ص ۴۵۴۔